میں اعتقاد توحید و رسالت اور اعمال صالحہ کو نجات کیلئے کافی سمجھتا ہوں، اس کے سوا مجھے اور کچھ معلوم نہیں، قرآن کریم مسلمانوں کا حقیقی امام ہے ، امام الھند **مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ تعالی**

شمارہ ۳۹



جمادی الثانی ۱۴۴۸ نومبر 2026

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی

بڑا قرض بلند حوصلہ اور دیانتدارانہ ادائیگی (عبرت کے چند پہلو)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے والد زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اسلام کی تاریخ کی دو عظیم اور قابل قدر شخصیات ہیں، دونوں صحابی اور اللہ کے رسول ﷺ کے قریبی ہیں، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ صحیح بخاری کے اندر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حسنِ تدبیر کی ایک نہایت ایمان افروز اور عبرت انگیز داستان ہے جس کے اندر ایک مسلمان کے لئے بہت ساری نصیحتیں اور کامیابی کے بہترین نسخے ہیں۔ سر دست ہم اس واقعہ کے دروس اور فوائد بیان کرنے سے پہلے اس کا خلاصہ قارئین کے سامنے رکھنا مناسب سمجھتے ہیں:

جنگِ جمل کے موقع سے زبیر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ آج وہ مظلومانہ طور پر شہید کر دئے جائیں گے۔ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں آخری وصیت کی کہ انہیں سب سے زیادہ فکر اپنے قرضوں کی ہے اور انہوں نے شک ظاہر کیا کہ شاید قرض ادا کرنے کے بعد کچھ بچے یا نہ بچے۔ انہوں نے عبداللہ کو ہدایت کی کہ تمام مال فروخت کر کے قرض ادا کیا جائے۔ ساتھ ہی اپنے کل ترکے کا ایک تہائی (3/1) حصہ وصیت کیا، جس میں سے ایک حصہ عبداللہ کے لیے اور ایک حصہ عبداللہ کے بچوں کے لیے مقرر کیا۔ اس موقع سے زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے ایک ایمان افروز بات کی ،فرمایا: "بیٹا! اگر قرض ادا کرنے میں کبھی عاجز آجاؤ، تو میرے مالک و مولا سے مدد مانگنا"۔ جب عبداللہ نے پوچھا کہ آپ کے مولا کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: "اللہ تعالی"۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی سرکاری عہدہ، امارت یا خراج وصولی قبول نہیں کی تھی؛ وہ صرف جہاد کے ذریعے روزی کمانے والے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہادوں میں شرکت کی تھی۔

ان پر اتنا بڑا قرض اس لیے چڑھا کہ لوگ جب ان کے پاس امانت رکھنے آتے، تو وہ امانتدارانہ ضیاع کے خوف سے فرماتے: "میں یہ امانت اس صورت میں رکھ سکتا ہوں کہ یہ میرے ذمے بطور قرض رہے۔ کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہو جانے کا بھی خوف ہے زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس روپیہ پیسہ (درہم و دینار) نقد موجود نہیں تھا، البتہ زمینیں اور مکانات تھے، جو مدینہ، بصرہ، کوفہ اور مصر میں تھے اور مدینہ کے قریب "غابہ" نامی زمین تھی۔ زبیر رضی اللہ عنہ کے اس وقت نو لڑکے اور نو لڑکیاں اور چار بیویاں تھیں۔

جب کل قرض کا حساب لگایا گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر کل 22 لاکھ کا قرض تھا۔

چنانچہ زبیر رضی اللہ عنہ کی اس جنگ میں شہادت ہو گئی اور قرض کی ادائیگی کا بار ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر پر آ گیا چنانچہ وراثت کی تقسیم سے پہلے انہیں ان کے قرض کی ادائیگی کی فکر لگی پھر انہوں نے کل قرض اور مالیت کا حساب لگایا اور نہایت حکمت اور دیانت داری کے ساتھ قرض کی ادائیگی کا ارادہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ : اللہ کی قسم ! قرض ادا کرنے میں جب بھی کوئی دشواری سامنے آئی تو میں نے اسی طرح دعا کی کہ : "اے زبیر کے مولا ! ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کرا دے" اور ادائیگی کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔

تصور کیجئے اس وقت کے حساب سے اتنا بڑا قرض، متروکہ جائیداد کی حیثیت اور وارثین کی تعداد ! عبداللہ بن زبیر کو اس بار عظیم کے تحمل کے لئے کس قدر جدوجہد کی ضرورت پڑی ہو گی ؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ جب قرض کی ادائیگی کا وقت آیا تو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو پہلے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پردہ رکھتے ہوئے ایک لاکھ بتایا۔ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ! میں تو نہیں سمجھتا کہ تمہارے پاس موجود سرمایہ سے یہ قرض ادا ہو سکے گا پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ : قرض کی تعداد بائیس لاکھ ہوئی تو پھر آپ کی کیا رائے ہو گی ؟ انہوں نے فرمایا: پھر تو یہ قرض تمہاری برداشت سے بھی باہر ہے۔ خیر اگر کوئی دشواری پیش آئے تو مجھ سے کہنا۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی جائداد ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی لیکن عبداللہ نے وہ سولہ لاکھ میں بیچی۔ پھر انہوں نے اعلان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے مل لے، چنانچہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے، ان کا زبیر پر چار لاکھ روپیہ چاہئے تھا۔ انہوں نے پیشکش کی کہ اگر تم چاہو تو میں یہ قرض چھوڑ سکتا ہوں، لیکن عبداللہ نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں سارے قرض کی ادائیگی کے بعد لے لوں گا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی یہی کہا کہ تاخیر کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ آخر انہوں نے کہا کہ پھر اس زمین میں میرے حصے کا قطعہ مقرر کر دو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنے قرض میں یہاں سے یہاں تک لے لیجئے۔

زبیر رضی اللہ عنہ کی جائداد اور مکانات وغیرہ بیچ کر ان کا قرض ادا کر دیا گیا۔ اور سارے قرض کی ادائیگی ہو گئی۔ غابہ کی جائداد میں ساڑھے چار حصے ابھی بک نہیں سکے تھے۔ اس لئے عبداللہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں شام تشریف لے گئے، وہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ بھی موجود تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ غابہ کی جائداد کی قیمت کتنی طے ہوئی ہے، انہوں نے بتایا کہ ہر حصے کی قیمت ایک لاکھ طے پائی تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب باقی کتنے حصے رہ گئے ہیں ؟ انہوں نے بتایا کہ ساڑھے چار حصے، اس پر منذر بن زبیر نے کہا کہ میں ایک حصہ ایک لاکھ میں لے لیتا ہوں، عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ میں ایک لاکھ میں لے لیتا ہوں، ابن زمعہ نے کہا کہ

ایک حصہ میں ایک لاکھ میں لے لیتا ہوں، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی بچے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ڈیڑھ حصہ! معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اسے میں ڈیڑھ لاکھ میں لے لیتا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھ لاکھ میں بیچ دیا۔ پھر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرض کی ادائیگی کر چکے تو زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد نے کہا کہ اب ہماری میراث تقسیم کر دیجئے، لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تمھاری میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کر سکتا جب تک چار سال تک ایام حج میں اعلان نہ کرالوں کہ جس شخص کا بھی زبیر رضی اللہ عنہ پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اپنا قرض لے جائے، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اب ہر سال ایام حج میں اس کا اعلان کرانا شروع کیا اور جب چار سال گزر گئے، تو عبداللہ نے ان کی میراث تقسیم کی۔

زبیر رضی اللہ عنہ کی متروکہ کل جائداد کی مالیت پانچ کروڑ دو لاکھ ہوئی تھی جس میں سے سارے قرض کی ادائیگی اور وصیتوں کی تقسیم کے بعد زبیر رضی اللہ عنہ کی چاروں بیویوں میں سے ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ کی رقم آئی۔ (صحیح بخاری/3129)

اس واقعہ سے مستفاد اسباق اور کچھ اہم مسائل:

(1) اللہ تعالی پر کامل بھروسہ اور دشواری کے وقت اللہ کو کارساز مان کر دعاء مانگنا مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔

(2) آدمی کو اپنے مشاکل کے حل کے لئے تمام ممکنہ اور جائز اسباب وتدابیر اختیار کرنا چاہئے اور کسی بھی طرح کے غلط اور ناجائز طریقہ کے اختیار کرنے سے پرہیز ضروری ہے۔

(3) جو مال تقویٰ کے ساتھ اور حلال ذرائع سے کمایا جائے، اللہ تعالیٰ اس میں ایسی برکت دیتا ہے کہ 22 لاکھ کا مقروض شخص وفات کے بعد پانچ کروڑ سے زائد ترکے کا مالک ثابت ہوا۔ چنانچہ اللہ کی حاکمیت اور اس کی تدبیر اور توفیق ورحمت پر مکمل توکل کرنا ضروری ہے۔

(4) اس بات پر کامل یقین رکھنا ضروری ہے کہ اسباب میں تاخیر ہو سکتی ہے، لیکن اللہ کی رحمت میں نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ)۔ (اور جو شخص اللہ پر توکل (بھروسہ) کرتا ہے، تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ بیشک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے)۔ (سورۃ الطلاق/3)۔ چنانچہ جب نیت صاف ہو اور امید صرف اللہ کی ذات سے ہو تو بظاہر ناممکن نظر آنے والے راستے بھی

کھل جاتے ہیں۔ بڑا قرض اللہ کے لیے بڑا نہیں ہے؛ اس کے خزانے لا محدود ہیں۔ وہ غیب سے ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے جن کا انسان گمان بھی نہیں کر سکتا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، جو صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (سنن الترمذی/2344، سنن ابن ماجۃ/4164، علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے)۔

(5) بڑا قرض انسان کے اعصاب پر ایک مسلسل بوجھ اور ذہنی دباؤ کی مانند ہوتا ہے، لیکن ایک مومن کے لئے ایسا سخت وقت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سے اپنا تعلق مضبوط کرنے اور توکل کو عملاً آزمانے کا بہترین ذریعہ بن جاتا ہے۔

(6) قرض کی ادائیگی کے لئے سچی نیت اس کی راہ ہموار کرتی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو کوئی لوگوں کا مال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لئے لے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔" (صحیح بخاری/2387)۔

(7) استغفار سے مال اور اولاد میں برکت ہوتی ہے جو انسان کو قرض کے بوجھ سے نکالتی ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ○ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ○ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا)۔ (پھر میں نے کہا کہ اپنے رب سے استغفار کرو، بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر موصلا دھار بارش بھیجے گا، اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد فراہم کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنائے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔" (سورہ نوح/10-12)۔

(8) جب کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے برکت ڈال دی جائے تو وہ تھوڑے کو بھی بہت بنا دیتی ہے، اور جب کسی چیز سے چھین لی جائے تو وہ تباہ کن وبال بن جاتی ہے۔

(9) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے چار سال تک حج میں اعلان کروا کر حقوق العباد اور قرض کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط کی مثال قائم کی، جبکہ آج کے دور میں لوگ قرض کی ادائیگی کو بہت بڑا بوجھ سمجھتے ہیں، اور کچھ تو ایسے ہیں جن کے پاس دیگر وسائل موجود ہیں پھر بھی قرض پر قرض لیتے رہتے ہیں اور انہیں ادائیگی کی فکر ہی نہیں ہوتی، بلکہ بعض تو اس قدر بے حس اور بے ایمان ہوتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول اس نیت کے ساتھ کرتے ہیں کہ شاید وہ معاف کر دے یا پھر فوت ہو جائے تو اس کا پیسہ ہڑپ لے، اسے یہ پتا نہیں کہ حقوق العباد میں نے یہ ایک ایسا حق ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا، دنیا میں نہیں تو آخرت میں اسے اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جب کوئی ایسا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا اور اس نے اسے ادا کرنے کے لئے کوئی مال یا ترکہ نہ چھوڑا ہوتا، تو آپ اس کی نمازِ جنازہ خود نہیں پڑھاتے تھے تاکہ لوگوں کو قرض کی سنگینی کا احساس ہو، البتہ صحابہ کرام سے فرماتے: "تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو"۔ (صحیح بخاری/2295)۔

(10) زبیر رضی اللہ عنہ کا امانت کو قرض بنا کر قبول کرنا ان کے اعلیٰ تقویٰ اور ذمہ داری کا ثبوت ہے۔

(11) سودی قرض دینا اور لینا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، اس لئے ایسے قرض میں نہ برکت ہے اور نہ ہی ایسا قرض اللہ تعالی کو پسند ہے۔

(12) ذکر واذکار اور دعائیں قرض کی ادائیگی میں بہت مددگار ہیں، رسول اللہ ﷺ نے امت کو قرض کے بوجھ سے نجات کے لئے خاص دعائیں سکھائی ہیں جیسے: "اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ"۔ "اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ذریعے حرام سے کافی کر دے، اور اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا ہر کسی سے بے نیاز کر دے"۔ (سنن الترمذی/3563، علامہ البانی نے اسے حسن کہا ہے)۔ اور: " اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ، وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ، وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ"۔ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم، عاجزی، سستی، بخل، بزدلی، قرض داری کے بوجھ اور لوگوں کے غلبے اور تسلط (زبردستی یا ظلم) سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ (صحیح بخاری/2893)۔ وغیرہ۔

(13) جنگ کے موقع سے وصیت مشروع ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس دوران اس کی وفات ہو جائے۔

(14) قرض لینا ایک مباح اور جائز عمل ہے۔

(15) مالداری بذات خود کوئی عیب یا غیر شرعی عمل نہیں ہے بلکہ بشرطیکہ اسے حلال اور جائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو اور اس میں اللہ تعالی اور اس کے بندوں کے حقوق کا مکمل خیال رکھا جائے اور اس میں سے کچھ بھی حرام اور ناجائز کاموں میں خرچ کرنے سے بچا جائے۔

(16) وارثوں پر واجب ہے کہ وہ وصیت پر عمل کرنے اور ترکہ (وراثت) تقسیم کرنے سے پہلے میت کا قرض ادا کریں۔

(17) امانتوں کی حفاظت کرنا ہر ایک کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالی ہماری نیتوں کو درست فرمادے اور ہر طرح کی تنگی اور مصائب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! وصلی اللہ علی خیر خلقہ وآلہ وصحبہ وسلم۔
